# BEYOND BELIEF: A GUIDE TO ATHEIST QUESTIONS

*Answers to common atheist questions, explained clearly and concisely.*

*A Book By*
*Mufti Zahid Mahmood Madni UK*

کیا فرماتے ہیں عُلماءِ کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض مُلحدین مُستشرقین یہ سوالات کرتے ہیں:

1) کیا قُرآن مجید کُتبِ سابقہ سے حاصل کیا گیا ہے؟

2) کیا حُضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عَوام میں کارندے مقرر کر رکھے تھے؟

3) کیا حُضور (مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم) راہب یا یَہودی و عیسائی عُلماء سے مِلا کرتے تھے اور انہی سے آپ نے قُرآن کا عِلم حاصل کر لیا؟

4) کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی دورہ پڑتا تھا جس کے دوران آپ جو کچھ فرماتے وہ قُرآن سمجھ لیا گیا؟

5) قُرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نفسیاتی کیفیت میں آپ کی باتوں کا مجموعہ ہے؟

6) کیا قُرآن مجید، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی کلام ہے؟

قُران مجید پر مُستشرقین کے ان تمام سوالات کے جوابات دیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پہلا یہ سوال کیا گیا ہے کہ کیا قُرآن مجید کُتبِ سابقہ سے حاصل کیا گیا ہے؟

تو دیکھیں گزارش یہ ہے کہ قُران مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کُتبِ سابقہ جو اَنبیاء پر نازل ہوئیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہی تھا لیکن اسے لوگوں نے تبدیل کر دیا اب وہ جو موجودہ حالت ہے وہ کلامِ اِلٰہی والی حالت نہیں ہے۔ بعض باتیں کلامِ اِلٰہی والی ان کے اندر موجود ہیں لیکن کئی بہت ساری باتیں تبدیل کر دی گئی اور مختلف مصنفین نے اپنے طور پر ان کو نئے سرے سے تصنیف کیا جن کے اندر چیدہ چیدہ کلامِ اِلٰہی کے کلمات موجود ہیں لیکن بہر حال ان کے اندر تبدیلی ہو چکی ہے۔

تحریف جسے کہتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ جو کُتب ہیں وہ تحریف کے بعد عقائد کے اعتبار سے بھی تبدیل ہو گئی واقعات کے اعتبار سے تبدیل ہو گی۔ عقائد کے اعتبار سے کس طرح مثلاً وہاں پر جب خطاب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ باپ کا استعمال ہوتا ہے جو کہ کلامِ اِلٰہی میں ہر گز نہیں تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بیٹے کا لفظ استعمال ہوتا ہے مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مَعَاذَ اللہ بیٹا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اور حضرت مَریم کو خُدا کی بیوی کہا گیا ہے تو یہ جو عقیدہ ہے عقیدہ تثلیث یا

عیسائیوں کا مَن گھڑت واہیات عقیدہ ہے جو کہ شرک پر مشتمل ہے جس کی تعلیم انجیل کے اندر بالکل نہیں تھی۔ یہ بعد والے مصنفین نے جب انجیل کو اپنے طور پر نئے سرے سے لکھا ہے انہوں نے ان چیزوں کا اضافہ کیا۔

یہ تو تھا عقائد کے اعتبار سے ایک اس کی مثال۔ اور واقعات کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو بعض واقعات جن کا تعلق کسی حد تک عقائد سے بھی ہے وہ بھی میں ایک مثال عرض کر دیتا ہوں کہ انجیل کا پہلا باب ہے پیدائش۔ پیدائش کے باب کے اندر ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں نے کہا کہ ہماری شادی نہیں ہوئی ہمارا باپ اکیلا ہے بعد میں ہمارا وارث کون ہو گا تو دونوں نے ارادہ بنایا کہ باپ کو مئے (شراب) پلائیں اور پھر اس سے زنا کریں پھر ہمارے بچّے ہوں گے اور ہماری نسل چل پڑے گی تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کے بچّے ہوئے۔

اب قُران کیا تعلیم دیتا ہے اس سلسلہ میں قُران کو اگر پڑھا جائے تو لوط علیہ السلام کی بستی پہ جب آپ کی قوم پہ عذاب آیا تو آپ وہاں سے اپنے بیوی اور بیٹیوں کو لے کر نکل گئے جب آپ جا رہے تھے تو حکم تھا کہ پیچھے مُڑ کر نہیں دیکھنا ان پہ ترس کھاتے ہوئے پیچھے نہیں دیکھنا کہ ان کے اوپر کیا عذاب آیا ہے کس طرح عذاب آیا ہے ان کی صُورتحال کو دیکھ کر غمگین نہیں ہونا تو آپ کی بیوی جو کہ انہی میں سے تھی اس

نے پیچھے مُڑ کر دیکھا وہ بھی ہلاک ہو گئی: فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ (پارہ 8، سورہ الاعراف، آیت نمبر 83) (تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے۔ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔)

قُران کا لفظ ہے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اب اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ آپ کی جو بیٹیاں تھی وہ بچ گئی اللہ کے عذاب سے سو وہ پاک صاف نیک اور پارسا عورتیں تھیں۔ اب کیا اللہ کے نبی کی بیٹیاں ہوں اور وہ بھی نیک بیٹیاں جن کی پاکدامنی کی گواہی اللہ دے رہا ہو ان کے بارے میں تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے ہی باپ کو شراب پلا کر اس کے ساتھ بُرا کام کریں اور اس کے نتیجے کے اندر حرام اَولاد پیدا کریں بالکل نہیں تو اب دیکھیے اگر قُرانِ کریم پچھلی کتابوں سے لیا گیا ہوتا تو اس کے اندر بھی اسی طرح کی چیزیں ہونی چاہیے تھیں لیکن ایسا کچھ نہیں ہے قُران کیا تعلیم دیتا ہے، قُران اللہ کے نبیوں کے تقدّس (پاکیزگی) بیان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی پارسائی بیان کرتا ہے ان کی شان بیان کرتا ہے ان کے فضائل ان کے کمالات بیان کرتا ہے۔

تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ (پارہ 3، البقرہ، آیت نمبر 253) (یہ رَسول ہیں ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی) یہ تیسرا سپارا اس کی پہلی آیت ہے تو خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ قُران کُتبِ سابقہ سے نہیں لیا گیا۔ اور یہ تو تھی ان کُتبِ سابقہ

کے حوالے سے دَلیل۔

اب میں عرض کرتا ہوں عقلی طور پر بھی اگر سوچا جائے تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ظاہری طور پر کسی اُستاد کے پاس نہیں پڑھا۔ پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا اب اگر آپ پڑھنا لکھنا سیکھے ہی نہیں تھے تو پھر کیسے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے سابقہ کِتابوں سے وہ چیزیں پڑھ کر قُران بنالیا اور پھر آپ کا رہن سہن تو مُشرکین میں تھا اس طور پر کہ آپ کے جو رشتہ دار تھے وہ سب کے سب مُشرکین تھے ان میں سے کوئی بھی عیسائی نہیں تھا کوئی بھی ان میں یَہودی نہیں تھا سب بُت پرست تھے تو بُت پرستوں کے اور مُشرکین کے خاندان میں آپ نے تربیت پائی گو کہ آپ کا جو گھرانہ تھا وہ کچھ حد تک مختلف تھا، مثلاً آپ کے دادا جان وہ بُت پرستی سے کافی حَد تک دُور تھے صِرف کعبے کے متولی کی حَد تک ان کا رہن سہن کا معاملہ تھا۔ تو بہر حال باقی سارا خاندان بُت پرست اور مُشرک تھا ان میں سے عیسائی یا یَہودی کوئی بھی نہیں تھا تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے پھر کُتبِ سابقہ کی تعلیم حاصل کی اگر آپ کا خاندان ان کِتابوں کو پڑھتا ہوتا آپ وہ دن رات سُنتے ہوتے تب کوئی وسوسہ ڈال سکتا تھا کہ ہو سکتا ہے انہوں نے وہ جو سُنا ہُوا ہے وہ سُن کر آگے قُران بنالیا ہو۔ مَعَاذَاللہ ثُمَّ مَعَاذَاللہ

تو میں ذرا بات کو مختصر کروں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا

تو آپ از خود پچھلی کِتابوں کو کیسے پڑھ سکتے تھے، اور دوسری بات آپ کا جو مُعاشرہ تھا آپ کا جو رہن سہن تھا وہ اہلِ کِتاب میں نہیں تھا کہ آپ ان سے کوئی کِتاب کی بات سُن سکتے ہیں تو آپ کیسے وہاں سے یہ چیزیں اخذ کر سکتے ہیں، اور تیسری بات یہ ہے کہ قُرآن کی فصاحت و بلاغت پہ غور کیا جائے تو ایک ایسا شخص جس نے کسی اُستاد کے پاس نہیں پڑھا کبھی کسی تعلیمی ادارے میں جاکر تعلیم حاصل نہیں کی اور کبھی کچھ تحریر نہیں کِیَا، کیا وہ شخصیت ایسا فصیح و بلیغ کلام کر سکتی ہے کہ اس کلام کے اندر ایسی فساحت و بلاغت ہو کہ فسحائے عَرب اس کو سُن کر دنگ رہ جائیں اور داد دینے پر مجبور ہو جائیں اور کوئی شاعر بھی اس کلام کا مقابلہ نہ کر سکے، تو یہ وہی شخصیت کر سکتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی خاص عطا حاصل کرے اور وہ خاص عطا، اللہ تعالیٰ کی خاص نُبوّت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی اور یہ نبوی کلام ہے جو اللہ کے نبیوں پر خُدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہے، یہ وہ وحی کا کلام ہے سو خُلاصہ یہ نکلا کہ قُران سابقہ کِتابوں سے حاصل نہیں کیا گیا۔

دوسرا جو سوال کیا گیا کہ کیا حُضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عوام میں کارندے مقرر کر رکھے تھے؟

سائل کا جو مقصد میں سمجھا ہوں وہ یہی ہے کہ جیسے پہلا سوال ہُوا تھا کہ قُران

کُتبِ سابقہ سے لیا گیا وہ یہی کہنا چاہتا ہے کہ لوگ مقرر کر رکھے تھے اس کام کے لیے کہ وہ سابقہ آسمانی کِتابوں کے مَضامین جمع کرے۔ تو سائل جو ہے وہ خود ہی تضاد بیانی کا شکار ہے، پہلے وہ یہ کہتا رہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مَعَاذَ اللہ قُرآن سابقہ کِتابوں سے لیا اب کہتے ہیں بندے مقرر کر رکھے تھے، تو آپ مجھے یہ بتائیں کہ جو بندے اتنے تیز طرار ہوں کہ سابقہ آسمانی کِتابوں سے چیزیں جمع کر کے ایک پورا مجموعہ تیار کر سکتے ہوں تو کیا ان کو اتنی عقل نہیں کہ ہم کسی اور کے لیے جو بنا کے دے رہے ہیں ہم اپنے نام سے ہی کیوں نہ کر دیں اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ کچھ لوگ ہوتے جو کارندے جسے سائل نے کہا کہ وہ سابقہ آسمانی کتابوں سے چیزیں جمع کر کے اور ایک مجموعہ بنائیں تو وہ یقیناً اپنے نام سے منسوب کرتے اور وہ خود کو نبی کہہ کر اس طرح ان چیزوں کو اپنے نام کرتے تو یہ بالکل ایک فضول سی بات ہے کارندے مقرر کرنے والی، ایسا کچھ نہیں تھا اور اگر ایسا ہوتا تبھی تو اہلِ عَرب کا جو سی آئی ڈی کا نظام ہے مخبری والا نظام ہے وہ بہت تیز تھا تو یقیناً کُفّارِ مکّہ کو پتہ چل جاتا اور وہ کبھی بھی ان چیزوں کو کامیاب نہ ہونے دیتے اور پھر اس کا جواب تو خود قُران کے اندر موجود ہے۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (پارہ 1، البقرہ، آیت نمبر 23) (اور اگر تمھیں اس کِتاب کے

بارے میں کوئی شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو تم اس جیسی ایک سُورت بنالاؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے سب مَددگاروں کو بُلالو اگر تم سچّے ہو۔) یہ قران پاک کا پہلا پارہ ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ بنتا ہے کہ قُران کہہ رہاہے کہ اگر تمہیں شک ہے کہ قرانِ کریم اللہ کا کلام نہیں ہے اگر تمہیں ذراسا بھی شک ہے تو ایسا کرو کہ اگر یہ کسی اِنسان کا بنایا ہُوا ہے تو پھر تم بھی اِنسان ہو تم قُران کے بَرابر کی کوئی چیز بنالاؤ پُورا قُران نہ صحیح ایک سورت ہی بنالاؤ اگر آج تک نہیں بناسکے اور چیلنج یہ ہے کہ قِیامَت تک نہیں بناسکو گے۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ (پارہ 1، البقرہ، آیت نمبر 24)

(توڈَرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتّھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لیے)

تو یہ واضح بات ہے کہ قُران اللہ تعالیٰ کا کلام ہے قُران خُود ہی چیلنج کررہاہے کہ آؤ مجھے پڑھو اگر تمہیں شک نظر آتا ہے ایک کسی اِنسان کا یا چند اِنسانوں کے مشورے سے بنایا ہُوا کلام ہے تو پھر تم بھی بنا کے لاؤ نا، جب آج تک فُسحائے عَرب، عَرب کے بَڑے بَڑے شاعر نہیں بناسکے تو یہ آج کے مُستشرقین کس خطے میں ہیں۔

تیسرا سوال مُستشرقین کی طرف سے یہ ہے کہ کیا حُضور صلی اللہ علیہ وسلم راہب یا یَہودی

## عُلماء سے مِلا کرتے تھے؟

آپ نے قُران کا عِلم ان سے حاصل کیا یہ بات جب قُران حُضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اعلان نُبوّت سے پہلے موجود ہوتا تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ آپ نے قُران کا عِلم حاصل کیا جبکہ قُران تو آپ پر نازل ہُوا ہے اعلان نُبوّت سے پہلے تو کسی آیت کا بھی وجود کہیں پر نہیں تھا تو یہ کہنا کہ عیسائی یا یَہودی عُلماء سے مِل کر اس کا عِلم حاصل کیا یہ بالکل غلط ہے، ہوائی بات ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ کیا وہ جو یَہودی اور عیسائی عُلماء ہیں کیا وہ خود ہی اپنے مذہب کے خلاف کسی کو تربیت دیں گے، کہ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ وہ یَہودی یا عیسائی جو حَضرتِ عُزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں وہ توحید کی تعلیم دیں گے، اور تورات اور زبور کی جو تحریفات ہیں کیا وہ خُود ان کی نشاندہی کریں گے، کیا یَہودی اور عیسائی عُلماء جو ہیں وہ خُود کسی اِنسان کو تیار کریں گے کہ وہ ان کے جو موجودہ تحریک شُدہ عقائد و نظریات ہیں، ان سب کا رد بلیغ کر کے ایک نیا دین متعارف کروائے، تو یہ بالکل نامعقول بات ہے اصل میں مُستشرقین کو شُبہ جس بات سے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بعض چیزیں عیسائیوں یَہودیوں کی اور مُسلمانوں کی مُشترک ہوتی ہیں، مِثال کے طور پر اَنبیاء پر اِیمان یا خالقِ کائنات پر اِیمان یہ اس طرح کی جو چیزیں ہیں اب وہ مُشترک کس وجہ سے ہے اس کی وجہ ہے نا، قُران کہتا ہے کہ یہ جو

پچھلی آسمانی کِتابیں ہیں اَصل میں تو یہ بھی اللہ کا ہی کلام تھی ان نبیوں پر ہی نازل ہوئی تھی بعد میں لوگوں نے اگرچہ ان کو تحریف کر دیا، تبدیل کر دیا تو قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے قُرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ تَورات بھی حق تھی زَبور بھی حق تھی اِنجیل بھی حق تھی گو کہ اب انہوں نے تحریف کر کے تبدیل کر دیا لیکن جو اَصل کُتب تھی ان پر ہمارا اِیمان ہونا چاہیے نبیوں پر اِیمان ہونا چاہیے تو قُرآن ان چیزوں کی دعوت دیتا ہے اب اس سے مُستشرقین یہ سمجھتے ہیں کہ شاید قُرآن ان سے اخذ کیا گیا ہے۔

تو میرے پیارے اگر وہاں سے اخذ کیا گیا ہوتا تو پھر وہاں جو تحریفات ہیں ان کی نشاندہی بالکل نہ کی گئی ہوتی ہے۔

مُستشرقین کی طرف سے یا مُلحدین کی طرف سے چوتھا سوال یہ ہے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی دورہ پڑتا تھا جس کے دوران آپ جو کچھ فرماتے وہ قُرآن سمجھ لیا گیا؟

تو دیکھیں پہلی بات تو یہ ہے کہ جس کو دورہ پڑتا ہے اس حالت میں وہ جو کچھ کہتا ہے وہ دُرست کلام نہیں ہوتا، آپ اپنے معاشرے میں دیکھ سکتے ہیں کہ جو بھی اِنسان کسی بیماری کا شکار ہوتا ہے اس بیماری کی وجہ سے اس کو جو دورہ پڑتا ہے اس میں وہ آل فال بکتا ہے وہ صحیح بات نہیں کر سکتا، تو اگر یہ مَعَاذَ اللہ کسی بیماری کی وجہ سے نکلے ہوئے

کلمات ہوتے توان کو باترتیب فصیح و بلیغ کلمات نہیں ہونا چاہیے تھا۔

دُوسری بات یہ ہے کہ جس کو دورہ پڑتا ہے جب وہ اپنی اصل حالت پہ دوبارہ لوٹتا ہے تو اس کو کچھ بھی یاد نہیں ہوتا، آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں کسی بیمار کے پاس بیٹھ جائیں بیماری کی شِدّت میں جب دورہ پڑھے تو جو کچھ وہ بولے گا بعد میں آپ پوچھیں اس کو یاد بھی نہیں ہو گا یا اس کو کچھ یاد ہو گا کچھ نہیں ہو گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی الفاظ قُرآن کے ایک مرتبہ بتائے ساری زندگی اس پہ پابند رہے کبھی آپ نے الفاظ تبدیل نہیں فرمائے اور وحی آپ کو اس طرح یاد ہوتی تھی کہ ساری زندگی اس کے الفاظ آپ بھولتے نہیں تھے، تو قُرآن کے اپنے الفاظ ہیں۔

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى (پارہ30، الاعلیٰ، آیت نمبر6)((اے حبیب!)اب ہم تمہیں پڑھائیں گے تو تم نہ بھولو گے۔)

یعنی مُضارع کا یہ ہے سَنُقۡرِئُكَ تو اس میں حال اور استقبال دونوں کے معنی ہے لیکن جب سین لگ جائے تو پھر مُستقبل کے معنی مُستقبل قریب کے بن جاتے ہیں اس لیے میں نے عرض کیا کہ ہم آپ کو پڑھائیں گے۔

تو اب غَور کیجئے جس کو دورہ پڑھتا ہے اس کو دورے کے بعد وہ چیزیں یاد نہیں

رہتی اس میں جو اس حالت میں کہی ہوتی ہیں قُران تاحیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد

رہا۔

اب میں عرض کروں کہ مُستشرقین کو یہ اعتراض کرنے کی ضرورت کیا پڑی،

دراصل احادیث کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو وحی ہے اس کی کیفیت جو بیان کی گئی ہے وہ عام کیفیات سے ہٹ کر ہے تو انہوں نے اس پہ غور نہیں کیا تو اس سے نتیجہ یہ اخذ کر لیا کہ شاید آپ کو مَعَاذَ اللہ کوئی دورہ پڑتا تھا، حالانکہ وحی اِلٰہی کی چار سے پانچ کیفیات ہیں مختلف جو کہ صحیح بخاری کی ابتدا کے اندر بیان کی گئی ہے "بد الوحی" کے عنوان کے تحت وہاں سے آپ مطالعہ کر سکتے ہیں تو وہ کیفیات خاص ہیں وہ وحی اِلٰہی کی کیفیت ہے جس کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پیشانی پر پسینہ مبارک آجاتا تھا اور آپ ہمہ تن متوجہ ہو کر اللہ تعالٰی کے کلام کے تصور میں وہ جو پچھلا وحی لے کر آتا تھا اس قدر مستغرق ہو جاتے تھے کہ دنیا و مافیہا کی طرف اس وقت آپ بالکل ملاحظہ نہیں فرماتے تھے جب وہ کیفیت ختم ہو جاتی تو پھر پہلی حالت برقرار ہو جاتی یعنی اپنے ارد گرد کے لوگوں کی طرف توجہ فرماتے۔ تو خیر اس کیفیت کو جب مجھ سے مُستشرقین نے پڑھا ہے، تو چونکہ انہوں نے تعصب کی نگاہ سے پڑھا ہے انہوں نے بجائے سمجھنے کے کہ واقعی اس دور کے لوگ بھی گواہی دے رہے ہیں کہ نبی پر ایک کیفیت طاری

ہوتی تھی جس میں آپ پہ کلام نازل ہوتا تھا بعد میں ہم لوگوں کو بتاتے تھے تو یہ وحی اِلٰہی ہو سکتا ہے تو انہوں نے اس کو بدل دیا کہا دیکھیے یہ تو دورہ پڑتا تھا مَعَاذَ اللہ اور پھر ان کی بے وقوفی دیکھیں مُستشرقین کی کہ اس وحی کی کیفیت کے اندر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دل میں دہراتے تھے بائی ہارٹ پڑھتے تھے یعنی زبانی جس کو پڑھنا آپ کہتے ہیں منہ کے اندر پڑھنا یا منہ زبانی پڑھنا کہا جاتا ہے تو آپ اس کو اونچی آواز سے پڑھتے ہی نہیں تھے آپ تو بعد میں جب وہ کیفیت ختم ہو جاتی پھر لوگوں کو قرآن سنایا کرتے تھے تو یہ کسی بھی اعتبار سے اعتراض دُرست نہیں ہے اَلْحَمْدُ لِلہ ہم نے اس کا جواب دیا۔

پانچواں سوال مُستشرقین یعنی مُلحدین کی طرف سے یہ موصول ہُوا کہ کیا قُرآنِ مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نفسیاتی کیفیت میں آپ کی باتوں کا مجموعہ ہے؟

تو دیکھیں نفسیاتی کیفیت آپ کسے کہتے ہیں، نفسیات مختلف ہوتی ہیں، مثلاً نفسیاتی کیفیت یہ ہے کہ بندہ غُصّے کی حالت میں ہو، نفسیاتی کیفیت یہ ہے کہ بندہ بہت خوش ہو، نفسیاتی کیفیت یہ ہے کہ بندہ خوشی اور غم کے دَرمیان میں ہو، تو قرآن کے اندر اگر آپ غور فرمائیں قُرآن کا نفسیاتی کیفیت میں صادر ہونے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ بندہ جب غُصّے میں ہوتا ہے تو انتہائی سخت الفاظ کا استعمال کرتا

ہے اور وہ نہیں غور کرتا کہ میرے منہ سے کیا نکل رہا ہے اور بعد میں اپنی کہی چیزوں پر افسوس بھی کرتا ہے اور پھر معذرت خواہ بھی ہوتا ہے کہ میں نے غُصّے میں یار تمہیں یہ کہہ دیا وہ کہہ دیا، تو اگر قُرآن نفسیاتی کیفیت کا نام ہوتا یا اس کا مجموعہ ہوتا تو پھر جو غُصّے میں کہا گیا بعد میں اس کو تبدیل کرنا چاہیے تھا بعد میں اسے رجوع ہوتا معذرت ہوتی یا ضروری نہیں ہے، غُصّے میں ہر وقت ہی غلط بات ہو لیکن کبھی نہ کبھی تو کچھ ایسی بات ہو جانی چاہیے غُصّے میں کہ جس سے بندہ معذرت کرے تو اگر مَعَاذَ الله ثُمَّ مَعَاذَ الله مُستشرقین کے کہنے کے مطابق قُرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفسیاتی کیفیت کا نام ہے تو پھر جو غُصّے کی کیفیت ہے غُصّے میں کہیں ہوئی باتوں سے رجوع کیوں نہیں کیا گیا جبکہ ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے جسے دیکھ کر ہم یہ کہیں کہ یہ غُصّے میں کہی گئی بات ہے اور دوسری بات بندہ جب خوش ہوتا ہے بہت زیادہ خوش اس وقت کوئی بات کرتا ہے تو عام طور پر خوشی کے اندر بندہ کیا کرتا ہے کوئی ہنسنے ہنسانے والی بات کرتا ہے جس کو لطیفہ کہا جاتا ہے، پُورا قُرآن پڑھ لیں قُرآن کے اندر کوئی لطیفہ موجود نہیں ہے کوئی جوک (Joke) موجود نہیں ہے کوئی ہنسنے ہنسانے والی بات موجود نہیں ہے، بلکہ قُرآن ایک منظم کلام ہے ایک مرتب کلام باترتیب کلام ہے اور اپنے اندر معنیٰ خیز پہلو رکھتا ہے، قُرآن وہ کلام ہے جو سنجیدہ کلام ہے تو ایک ایسا کلام جو سنجیدگی پر مشتمل ہے

اسے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بہت زیادہ خوشی کے موقع پر کوئی کہی گئی باتیں ہیں کیونکہ خوشی پر بندہ ہنسنے ہنسانے والی باتیں کرتا ہے اور تیسری کیفیت غُصّے اور خوشی کے درمیان والی کیفیت ہے تو اس کے اندر بھی انسان کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ایسا واقعہ بیان کر دیتا ہے کہ جو ادھورا ہوتا ہے کوئی بات ایسی کر دیتا ہے جو ادھوری ہوتی ہے تو قُرآن کے اندر کوئی اَدھوری بات نہیں ہے ہر بات پُوری ہے ہر بات مکمل ہے ہر بات صاف اور شفاف ہے اور پھر اس کیفیت میں بندہ بات کرتے کرتے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں سے بھی کہتا ہے کہ آپ بھی اس پر رائے دیں تو قُران کے اندر کہیں پر بھی اپ کو ایسا نہیں ملے گا کہ ایک بات ہو رہی ہو اور بعد میں اس بات کے دوران کس نے انٹرپٹ کیا ہو گفتگو کے اندر کسی نے لقمہ دیا ہو تو ایسا تو انداز اور اسلوب ہی نہیں ہے قُرآن پاک کا تو خلاصہ گفتگو یہ نکلا کہ قُران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نفسیاتی کیفیت میں آپ کی باتوں کا مجموعہ نہیں ہے اور پھر یہاں پر بھی میں وہی بات دہراؤں گا کہ اگر اِنسان کسی نفسیاتی خاص کیفیت کے اندر کوئی بات کرتا ہے تو اس کے الفاظ کوئی بعینہ نہیں دہرا سکتا اب کوئی بھی بات لے لیں آپ بات کریں مثلاً 10 منٹ آپ کسی موضوع پر بات کریں اسے ریکارڈ کر لیں بعد میں دوبارہ اسی موضوع پر آپ بات کریں اور سوچیں کہ میں وہی الفاظ بولوں گا تو ایسا بالکل نہیں ہو سکتا آپ اپنی دونوں

ریکارڈنگ چیک کرکے دیکھ لیں بہت فرق ہوگا، جبکہ قُرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس موقع پر بھی پڑھا ہے ایک ہی پڑھا ہے ایک ہی لفظ ہے (Same Words) کے ساتھ پڑھا ہے کبھی ردوبدل نہیں ہُوا، کبھی تبدیلی نہیں ہوئی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قُران برحق کلامِ اِلٰہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہی ہے یا کسی اور کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ پاک کا پاک کلام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہُوا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم


کتبہ۔ مفتی محمد زاہد محمود مدنی

رئیس دارالافتاءزاہدیہ رضویہ انٹرنیشنل

00447774039331